بحث و نظر

دلائلِ ربوبیت اور خلافتِ ارض

سورۂ نور کے بعض حیرت انگیز حقائق

مولانا محمد شہاب الدین ندوی مرحوم

مولانا محمد شہاب الدین ندوی کا یہ مضمون ان کی حیات کے آخری دنوں میں موصول ہوا۔ افسوس کہ اس کی اشاعت سے پہلے ہی وہ اس دارفانی سے رخصت ہو گئے۔ مولانا شہاب الدین ندوی مرحوم نے جدید علوم و افکار اور خاص طور پر سائنسی تحقیقات کا قرآن مجید کی روشنی میں تفصیل سے مطالعہ کیا تھا۔ ان کی تحقیقات مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہوتی رہتی تھیں۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے بنگلور میں فرقانیہ اکیڈمی قائم کی تھی۔ اس کے ذریعہ بڑی تعداد میں علمی مطبوعات سامنے آئیں۔ خدا کرے کہ ان کے صاحب زادوں کے ذریعہ یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے۔ مرحوم کو اس عاجز سے تعلقِ خاطر تھا اور محبت فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں جگہ دے۔ (جلال الدین)

قرآن میں ہر مسئلے کا حل موجود

قرآنِ عظیم ہمارے تمام شرعی و فکری، تہذیبی و تمدنی اور ہر قسم کے اجتماعی مسائل کا مرجع اور خدائی منشور ہے۔ اسی بنا پر ہمارے کسی بھی قضیے اور تنازعے کے تصفیے کے لیے اس کی طرف رجوع کرنا شرعاً واجب ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ قرآن مجید ہمارے دینی و دنیوی ہر مسئلے کا حل پیش کرنے والی ایک بے مثال کتاب ہے اور وہ ہر دور، ہر علم و فن اور ہر قسم کے حالات میں اہلِ اسلام کی بخوبی رہنمائی کر سکتی ہے، خواہ زمانہ کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر لے۔ اسی بنا پر ارشاد ہے:

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا (انعام: ۱۱۴)

تو کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا حکم مان لوں، حالانکہ اُسی نے تمہارے پاس یہ کتاب تفصیل کے ساتھ بھیج دی ہے؟

اس موقع پر کتابِ الٰہی کی ایک صفت اور خصوصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ایک "مُفصّل" کتاب ہے، یعنی ہر چیز اور ہر مسئلے کی "تفصیل" بیان کرنے والی، چاہے اُس کا موضوع کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ اُس کی اس ابدی خصوصیت پر دوسرے مقامات پر اس طرح روشنی ڈالی گئی ہے:

كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (حٰمٓ سجدہ: ۳)

یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں صاف صاف بیان کی گئی ہیں۔ یعنی ایسا قرآن جو عربی زبان میں ہے ایسے لوگوں کے لیے نافع ہے جو علم رکھتے ہیں۔

مطلب یہ کہ یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہیں (اور اس بنا پر) وہ اہلِ علم کے لیے بالکل واضح ہیں اس کی کوئی بات پیچیدہ نہیں ہے یہی بات دوسرے مقام پر اس طرح کہی گئی ہے۔

وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا (بنی اسرائیل: ۱۲)

اور ہم نے ہر چیز کی خوب تفصیل کردی ہے۔

اس موقع پر ہر چیز کی تفصیل سے مراد ہر علم و فن اور ہر قضیہ و مسئلہ کا حل ہے، جو باری تعالیٰ کی جانب سے بطورِ ہدایت و رہنمائی مرقوم ہے، تاکہ اہلِ اسلام کسی بھی مسئلے میں حیران و پریشان نہ ہوں

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ (زمر: ۲۷-۲۸)

ہم نے یقیناً اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثال بیان کردی ہے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اس کا حال یہ ہے کہ وہ قرآن عربی ہے جس میں کوئی کجی نہیں ہے تاکہ یہ لوگ اس سے ڈریں۔

اسی بنا پر کلامِ الٰہی کو اہلِ اسلام کے لیے ہدایت، رحمت اور خوشخبری کا باعث قرار دیا گیا ہے، کیونکہ وہ جدید سے جدید ہر مسئلے اور ہر قضیے کا حل پیش کرتا ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ

اور ہم نے آپ پر وہ کتاب نازل کردی

تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَيۡءٍ وَّهُدًى وَّرَحۡمَةً وَّبُشۡرٰى لِلۡمُسۡلِمِيۡنَ (نحل: ۸۹)

ہے جو ہر چیز کی خوب وضاحت کرنے والی ہے اور (اس بنا پر) وہ اہلِ اسلام کے لیے ہدایت، رحمت اور خوشخبری ہے۔

وَلَقَدۡ جِئۡنٰهُمۡ بِكِتٰبٍ فَصَّلۡنٰهُ عَلٰى عِلۡمٍ هُدًى وَّرَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ (اعراف: ۵۲)

ہم نے یقیناً ان کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچا دی ہے جسے ہم نے (اپنے خصوصی) علم کی بنا پر مفصل بنا دیا ہے، تاکہ وہ ایمان والوں کے لیے ہدایت و رحمت بن سکے۔

اختلافی مسائل میں فیصلہ کرنے والی کتاب

چونکہ کتابِ الٰہی ہر مسئلے کی حقیقت و نوعیت پر خوب روشنی ڈالنے والی ہے، لہٰذا کسی بھی شرعی و فقہی اور فکری و نظری مسئلے میں اگر امت کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے تو اس صورت میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنے اور اپنے باہمی اختلافات کو دور کرنے کا حکم دیتے ہوئے اسے ایمان کی علامت قرار دیا گیا ہے:

فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِيۡ شَيۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ (نساء: ۵۹)

اگر تم کسی بات میں باہم جھگڑ بیٹھو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔

وَمَا اخۡتَلَفۡتُمۡ فِيۡهِ مِنۡ شَيۡءٍ فَحُكۡمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ (شوریٰ: ۱۰)

اور جس مسئلے میں بھی تم اختلاف کر بیٹھو تو اس کا حکم اللہ کے ذمہ ہے۔

اس لحاظ سے کسی بھی متنازع فیہ مسئلے میں اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہی آخری فیصلہ ہوگا اور اس بارے میں ہما و شما کے "اقوال" سے استدلال کرتے ہوئے خدا اور اس کے رسول کے فیصلوں کو رد کرنا یا ان میں شک و شبہ کرنا خدا اور یومِ آخرت پر ایمان کے خلاف ہے۔ اسی لیے ارشادِ باری ہے:

وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكۡمًا لِّقَوۡمٍ يُّوۡقِنُوۡنَ (مائدہ: ۵۰)

یقین رکھنے والوں کے لیے اللہ سے بہتر کس کا حکم ہو سکتا ہے؟

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ، يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِيْنَ ۔ (انعام: ۵۷)	حکم صرف اللہ ہی کا ہے، وہ حق بات بیان کرتا ہے اور سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

اسی لیے کتابِ الٰہی کو "حکم الٰہی" سے مزین اور پوری طرح لیس کر دیا گیا ہے، تاکہ وہ اہلِ ایمان کے باہمی اختلافات کے درمیان بہترین فیصلہ کر سکے۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ۔ (رعد: ۳۷)	اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو واضح فیصلہ بنا کر اُتارا ہے۔
اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحَاسِبِيْنَ ۔ (انعام: ۶۲)	آگاہ رہو! حکم کرنا اللہ ہی کا کام ہے اور وہ بہت تیزی سے حساب لینے والا ہے۔

اہلِ اسلام کا ایک بے بنیاد موقف

غرض یہ کہ قرآن عظیم تمام مسائلِ حیات کو حل کرنے اور اختلاف بین الناس کے درمیان محاکمہ کرنے والی ایک بے نظیر کتاب ہے، جس میں ہر مسئلے کا کافی وشافی جواب اُس کے ابدی حقائق و معارف کی روشنی میں مل جاتا ہے۔ لہٰذا ایک مومن ومسلم کے لیے کتابِ الٰہی کا فیصلہ ہی آخری فیصلہ ہوگا اور اسے اپنے کسی بھی نظریہ اور کسی بھی موقف کے حق میں کتاب وسنت سے دلیل وحجت پیش کرنا ہوگا۔ خاص کر ان مسائل میں جو امت کے اجتماعی امور سے تعلق رکھتے ہوں۔ کیونکہ امت کے اجتماعی معاملات کا مسئلہ بڑا نازک ہے اور ان میں ذرا سی بھی چوک اور غفلت کی سزا صدیوں تک بھگتنی پڑتی ہے۔ لہٰذا امت کے اجتماعی اُمور و مسائل کے بارے میں اربابِ ملّت کو ہمیشہ باخبر رہنے اور کتاب وسنت کے نصوص اور اُس کے واضح احکام و ہدایات پر نظر رکھنے کی شدید ضرورت ہے۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ آج کل اہلِ اسلام کا "غالب طبقہ" جدید علوم و مسائل کے تعلق سے ایک غلط اور بے بنیاد موقف اختیار کر کے پوری امت کو پیچھے کی طرف دھکیل رہا ہے، جس کے نتیجے میں اسلام اور مسلمانوں کو خلافتِ ارض کے میدان میں سخت نقصان سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ میری مراد جدید سائنسی (تکوینی) علوم سے ہے، جو آج قوموں کے عروج و

زوال کی علامت بن گئے ہیں۔ چنانچہ آج جو قوم ان علوم سے لیس ہے وہ تمدنی وعسکری میدان میں برتری حاصل کر کے کمزور قوموں کو کچل رہی اور انھیں حاشیے پر دھکیل رہی ہے اور ان علوم کا ایک دوسرا میدان بھی ہے، جو دلیل واستدلال کا ہے اور یہ میدان اہلِ اسلام کے ساتھ مخصوص ہے جو ان علوم ومسائل میں مہارت حاصل کر کے عصرِ جدید میں اُن دلائلِ رُبوبیت کو منظرِ عام پر لا سکتے اور گمراہ لوگوں کی ہدایت کا سامان مہیا کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اس موضوع پر قرآنِ عظیم میں سیکڑوں آیتیں موجود ہیں، جو اس سلسلے میں مختلف اسالیب میں مذکور ہیں۔ مگر آج اہلِ اسلام ان علوم ومسائل سے آگاہ ہو کر اپنا یہ شرعی فریضہ ادا کرنے کے بجائے ان مسائل سے کُلّی طور پر اجتناب کرتے ہوئے ان پر طرح طرح کی پھبتیاں کستے اور انھیں ناقابلِ اعتبار قرار دے کر ان سے اپنا دامن جھاڑ رہے ہیں اور اہلِ اسلام کا یہ موقف شرعی وعقلی اعتبار سے تعجّب خیز ہی نہیں بلکہ قابلِ گرفت بھی ہے۔ کیونکہ اس سے نہ صرف شرعی اعتبار سے باریٔ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی اور قرآنی فیصلوں کی خلاف ورزی لازم آتی ہے بلکہ خود عقلی وعلمی اعتبار سے بھی یہ ایک غلط اور لایعنی موقف ہے۔

قصہ مختصر آج اربابِ ملت کسی شرعی دلیل کی بنیاد پر نہیں، بلکہ محض ایک "عقلی احتمال" یا ایک شبہ کی بنا پر یہ موقف اختیار کیے ہوئے ہیں۔ حالانکہ انھیں اپنے اس موقف کی تائید میں قرآن اور حدیث سے کوئی دلیل یا سند پیش کرنی چاہیے تھی۔ سوال یہ ہے کہ محض اپنے ایک شبہ کی بنا پر کیا کوئی مسلمان احکامِ الٰہی کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو سکتا ہے اور باریٔ تعالیٰ کی سیکڑوں آیتوں کو جھٹلا سکتا ہے؟ یہ ہر ایک کے لیے ایک لمحۂ فکریہ ہے۔

کتابِ ہدایت کی اصل نوعیت

اس سلسلے میں اہلِ اسلام کے دو بے دلیل دعوے ہیں جو یہ ہیں: (۱) قرآن مجید "کتاب ہدایت" ہے، لہٰذا اسے علوم وفنون اور خصوصاً سائنسی علوم کے "تابع" قرار دینا بالکل غلط ہے (۲) سائنسی تحقیقات بدلتی رہتی ہیں لہٰذا ان پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ جہاں تک پہلے دعوے کا تعلق ہے وہ محض ایک ادعا ہے، جو خود قرآنی

تصریحات کے خلاف ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری کے مطابق قرآن دو حیثیتوں سے کتابِ ہدایت ہے۔ ایک یہ کہ وہ نوعِ انسانی کے لیے واضح دلائل ہونے کے لحاظ سے کتابِ ہدایت ہے، دیکھئے سورۂ بقرہ آیت ۱۸۵۔ یعنی نوعِ انسانی کی فکری و نظریاتی اعتبار سے رہنمائی کرنے اور اس کے غلط عقائد کی اصلاح کرنے کی غرض سے اس کی تشفی کا سامان فراہم کرنے کے لحاظ سے وہ کتابِ ہدایت ہے۔ چنانچہ اس موضوع پر پچھلے صفحات میں دو آیتیں (نحل: ۸۹ اور اعراف: ۵۲) پیش کی جا چکی ہیں اور اب کچھ مزید آیات پیش کی جاتی ہیں۔

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَ هُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ (آلِ عمران: ۱۳۸)	یہ تمام لوگوں کے لیے ایک وضاحت نامہ ہے اور (خاص کر) اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہدایت و رحمت کا باعث ہے۔
مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (یوسف: ۱۱۱)	یہ ایسی بات نہیں ہے جو گھڑ کر پیش کی گئی ہو، بلکہ یہ اپنے سامنے والے (حقائق یا پچھلی کتابوں) کی تصدیق اور ہر چیز (ہر مسئلے) کی تفصیل ہے اور (اس بنا پر) وہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔
يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (یونس: ۵۷)	اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے سمجھ داری کی بات اور دلوں کے روگ کے لیے (سامانِ) شفا آچکا ہے اور (اس بنا پر) وہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

اس قسم کی اور بھی آیات موجود ہیں ان تمام آیات کے ملاحظے سے یہ ابدی حقیقت سامنے آتی ہے کہ باری تعالیٰ کی نظر میں نوعِ انسانی کے ذہنی و فکری مسائل میں اُس کی صحیح رہنمائی کر کے اسے صراطِ مستقیم کی طرف لانا ہی اصل ہدایت ہے۔ اسی لیے اس میں ہر مشکل مسئلے کا کافی و شافی حل موجود ہے جو "دلوں کے روگ"

کے لیے باعثِ شفا ہے۔ اس سے بڑھ کر صاف وصریح آیات اور کیا ہو سکتی ہیں۔ اس لحاظ سے قرآنِ عظیم پوری نوعِ انسانی اور ہر دور کے علوم وفنون اور ان کے نتیجے میں پیدا ہونے والے ہر قسم کے افکار و نظریات کے توڑ کے لیے اپنے ابدی صفحات میں "سامانِ شفا" سمیٹے ہوئے ہے، جسے منظرِ عام پر لانے کے لیے عصری علوم وفنون کا مطالعہ اور جائزہ ضروری ہے۔ اس نقطۂ نظر سے کلامِ الٰہی سارے جہان کے لیے ہدایت نامہ ہے اور اسی اعتبار سے وہ اہلِ اسلام کے لیے بھی ہدایت ورحمت ہی نہیں بلکہ "خوشخبری" کا بھی باعث ہے۔ یعنی نئے نئے علوم وفنون اور نئے نئے مسائل میں اُن کی رہنمائی کرتے ہوئے اُن کے پائے ثبات کو جمائے رکھنے والا۔ دیکھئے کلامِ الٰہی میں اس اصول کی وضاحت کس طرح کی گئی ہے۔

قُلْ نَزَّلَهُ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝ (نحل: ۱۰۲)	کہدو کہ اس (کتاب) کو روح القدس نے تمہارے رب کی طرف سے (پوری) حقانیت کے ساتھ اتارا ہے، تاکہ وہ اس کے ذریعے اہلِ ایمان کو ثابت قدم رکھ سکے اور وہ اہلِ اسلام کے لیے ہدایت اور خوشخبری بن سکے۔
طٰسٓ، تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ (نمل: ۲-۱)	طا سین، یہ قرآن کی آیات ہیں جو کتاب روشن ہے۔ یہ (اپنے ابدی حقائق کی بنا پر) اہلِ ایمان کے لیے ہدایت اور خوشخبری ہے۔
هٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ۔ (جاثیہ: ۲۰)	یہ (قرآن) تمام لوگوں کے لیے عبرت کی باتوں پر مشتمل ہے اور یقین کرنے والوں کے لیے ہدایت و رحمت کا باعث ہے۔

قرآن کے نظامِ دلائل سے اعراض

یہ ہے قرآنِ حکیم کے کتابِ ہدایت ہونے کی صحیح نوعیت، جو ہر علم وفن اور

ہر قسم کے فکری و نظریاتی مسائل میں عالم انسانی کی صحیح رہنمائی کرنے اور اسے گمراہیوں سے باز رکھنے والا ہے۔ اس اعتبار سے وہ کتابِ دلائل اور کتابِ حکمت ہے۔ جہاں تک "سائنسی تحقیقات" میں تبدیلی کا سوال ہے تو یہ اعتراض درحقیقت سائنسی علوم سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ تبدیلی جو کچھ بھی ہوتی ہے وہ سائنسی تحقیقات میں نہیں بلکہ سائنس کے اُن "افکار" میں ہوتی ہے جو تجربات و مشاہدات پر مبنی نہ ہوں بلکہ وہ قیاسی و مفروضاتی ہوں۔

مگر اس سلسلے میں سب سے بڑی عبرت کی بات یہ ہے کہ باریٔ تعالیٰ نے اپنی کتابِ حکمت میں کہیں بھی یہ نہیں فرمایا کہ انسانی یا سائنسی علوم تغیر پذیر اور ناقابل حجت ہیں۔ بلکہ اس کے برعکس سیکڑوں آیتوں کے ذریعہ انسان کو نظامِ کائنات میں غور و خوض کرنے اور ان میں موجود دلائلِ رُبوبیت کو کھوج نکالنے کا حکم دیا ہے اور ان دلائل و براہین سے عبرت حاصل نہ کرنے والوں کو بہائم اور چوپائے تک قرار دیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سائنسی علوم خود خلاّقِ عالم کی نظر میں معتبر اور قابلِ استدلال ہیں۔ اس بات کو جھٹلانا کلامِ الٰہی کی تکذیب کے برابر ہے۔ معاذ اللہ۔ ظاہر ہے کہ خداوندِ عالم کی بات سے زیادہ سچی اور معتبر بات اور کس کی ہو سکتی ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ قرآن عظیم ہر قسم کے عقلی و منطقی اور علمی و سائنسی دلائل و براہین سے بھرا ہوا ہے، جو ہر دور میں اور ہر ذہن و فکر کے حامل لوگوں کے لیے درسِ عبرت کی حیثیت رکھنے اور غلط افکار و نظریات کے خاتمے اور خداپرستی کے احیاء کی راہ میں نہایت درجہ مؤثر رول ادا کر سکتے ہیں اور یہ دلائل ہر علم و فن میں موجود ہیں۔ تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نہ تو قرآنِ عظیم کو حجت مانتے ہیں اور نہ سائنسی علوم و معارف کو؟ واضح رہے قرآنِ عظیم شروع سے آخر تک ایک "مکمل نظامِ دلائل" کا حامل ہے، جو اس کا ایک حیرت انگیز روپ اور زبردست معجزہ ہے اور اس حیثیت سے بھی وہ ایک "مکمل کتاب" ہے، جو سارے جہاں کو مبہوت و متحیر کر سکتی ہے۔ باریٔ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ سائنسی علوم کی ترقی اور ان کی ترویج و اشاعت کے باعث مادہ پرستانہ نظریات اور ملحدانہ فلسفوں کو عروج حاصل ہو جائے گا۔ لہٰذا اس

نے اس الحادی ذہنیت کے توڑ کے لیے پہلے ہی سے اپنی کتابِ حکمت کو جدید سے جدید تر ہر قسم کے علمی وعقلی دلائل سے مُزین کر رکھا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر حاملینِ قرآن کتابِ الٰہی کے اس زبردست پہلو اور اُس کے نئے معجزے سے غافل اور بے پرواہیں تو اس سے بڑا المیہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ یہ صرف ملتِ اسلامیہ ہی کا نہیں بلکہ درحقیقت سارے عالمِ انسانی کا المیہ اور نقصانِ عظیم ہے۔ پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے، لہٰذا اب اربابِ ملت کو فوراً اور بلا تاخیر بیدار ہو کر اپنا شرعی فریضہ پھر سے ادا کرنے کے لیے پوری طرح کمربستہ ہو جانا چاہیے۔ ہم قرآنِ عظیم کے نظامِ دلائل سے اعراض کر کے عصرِ جدید میں نہ تو اسے کتابِ ہدایت ثابت کر سکتے ہیں اور نہ نوعِ انسانی کو راہِ راست دکھا سکتے ہیں۔

اللہ کی ایک ازلی سنّت

چونکہ سنتِ الٰہی کے مطابق ہر دور میں نوعِ انسانی کی توجہ مبذول کرانے کی غرض سے ایک "معجزے" کی ضرورت پڑتی ہے، اور بغیر معجزے کے کوئی بھی قوم ایمان نہیں لاتی، اسی لیے باری تعالیٰ اپنے ہر رسول کو کوئی نہ کوئی معجزہ بطور "نشانِ ربوبیت" دے کر بھیجتا رہا ہے، تاکہ اس کی قوم اسے دیکھ کر ایمان لائے۔ جیسا کہ اس سلسلے میں ارشادِ باری ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ	یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو کھلے
وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ	کھلے دلائل کے ساتھ بھیجا ہے اور ان
وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ	کے ساتھ کتاب اور میزان اتار دی
بِالْقِسْطِ ۔ (حدید: ۲۵)	ہے تاکہ لوگ عدل وقسط پر قائم رہیں۔

اگر باری تعالیٰ کی یہ حجت لوگوں پر پوری نہ ہو تو پھر الزام بجائے لوگوں پر عائد ہونے کے اللہ تعالیٰ پر عائد ہوگا کہ اس نے لوگوں کی ہدایت کا سامان نہیں کیا۔ اسی لیے ارشاد ہے کہ وہ اپنے رسولوں کو خوش خبری سنانے اور اللہ کے عذاب سے ڈرانے والے بنا کر بھیجتا رہا ہے:

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ	(وہ اپنے) رسولوں کو بشارت سنانے

لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ ۔ (نساء: ۱۶۵)	اور ڈرانے والے بنا کر بھیجتا ہے، تاکہ لوگوں کے لیے اللہ پر الزام عائد ہونے کا کوئی موقع نہ رہے ۔

اس لحاظ سے اگر موجودہ دور میں اللہ کی حجت پوری نہ ہو تو پھر حجت کا فلسفہ معکوس ہو جائے گا اور نوعِ انسانی پر الزام عائد نہ ہو سکے گا۔ چونکہ قرآنِ عظیم سارے جہاں کے لیے قیامت تک کے لیے ابدی و سرمدی معجزہ بنا کر بھیجا گیا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ہر دور میں اُس کا معجزہ ظاہر ہو تاکہ وہ سارے جہاں کے لیے بشارت یا انتباہ کا باعث بن سکے۔ ورنہ وہ ایک ناقص اور نامکمل کلام قرار پائے گا۔

سورۂ نور کی اہمیت

اسی لیے خدائے علیم وخبیر نے عصرِ جدید پر اتمامِ حجت کے لیے اپنی کتابِ حکمت میں کھلے کھلے دلائل وبراہین اتار دیے ہیں جو "ہدایتی" نقطۂ نظر سے نہایت درجہ اہم ہیں۔ یہ دلائل یوں تو کتابِ الٰہی میں جگہ جگہ بکھرے ہوئے ہیں، لیکن اس کی سب سے زیادہ نمایاں اور واضح مثال سورۂ نور ہے جس میں ان دلائلِ ربوبیت کا تذکرہ بڑے اہتمام کے ساتھ کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس سورت کی ابتداء ہی میں بطورِ تمہید اس میں مذکور دلائل کی موجودگی کی طرف اس طرح توجہ مبذول کرائی گئی ہے:

سُورَةٌ أَنزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا وَأَنزَلْنَا فِيهَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (نور: ۱)	یہ ایسی سورت ہے جسے ہم نے نازل کیا اور اسے فرض قرار دیا ہے اور اس میں واضح دلائل اتار دیے ہیں، تاکہ تم متنبہ ہو سکو۔

اس تمہید میں لفظ "تذکر" لا کر جتا دیا گیا ہے کہ اس سورت میں ایسی واضح نشانیاں یا دلائلِ ربوبیت مذکور ہیں جو غافل انسانوں کو متنبہ کرنے یا انھیں چونکانے والے ہیں۔ چنانچہ اس سورت کے بالکل وسط میں دو جگہ "آیات مبینات" کے الفاظ لا کر ان کے درمیان بعض مظاہرِ ربوبیت کا تذکرہ کیا گیا ہے اور اس کی ابتداء اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ (اللہ زمین اور آسمان کا نور ہے) کے

جملے سے کی گئی ہے۔

اس موقع پر لفظ آیات اور مبینات کا مطلب سمجھ لینا ضروری ہے۔ آیات' آیۃ کی جمع ہے، جس کے معنی واضح علامت یا نشانی کے ہیں اور مبیّنات بہت زیادہ واضح یا بہت زیادہ وضاحت کرنے والی چیزوں کے لیے آتا ہے اور اس میں لفظ "بینات" سے زیادہ زور پایا جاتا ہے۔ اس سے مراد زیادہ وضاحت کرنے والے یا روشن دلائل ہیں۔ چنانچہ اس مقام پر دلائلِ رُبوبیت بیان کرنے سے پہلے بطورِ تمہید حسب ذیل آیت کریمہ آئی ہے:

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ (نور: ۳۴)	(اے لوگو) ہم نے تمہارے پاس یقیناً بہت روشن دلائل بھیج دیے ہیں اور تم سے پہلے والوں کی مثال بھی بیان کردی ہے، جو اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے سبق کی چیز ہے۔

پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان اور اہلِ کفر کے اعمال کی تشبیہ بعض محسوس مثالوں کے ذریعہ دینے کے بعد بعض دلائلِ رُبوبیت کا بیان کیا ہے، جن میں وجودِ باری اور اُس کی قدرت وخلاّقیت کی واضح نشانیاں موجود ہیں۔ پھر اس کا اختتام اس طرح کیا ہے:

لَقَدْ اَنْزَلْنَا اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ (نور: ۴۶)	یقیناً ہم نے کھلے کھلے دلائل اتار دئے ہیں اور اللہ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کردیتا ہے۔

واضح رہے پورے قرآن میں "آیات مبینات" کے الفاظ صرف تین جگہوں پر لائے گئے ہیں، جن میں یہ دو مقامات بھی شامل ہیں۔ اس سے ان دلائل کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ وہ باریٔ تعالیٰ کی نظر میں کتنے اہم ہیں۔ اس موقع پر چار قسم کے دلائل بیان کیے گئے ہیں جن کا دائرہ زمین سے لے کر آسمان تک تمام اشیاء و مظاہر پر محیط ہے اور وہ ربوبیت کے اسرار وعجائب سے تعلق رکھتے ہیں۔

عجائبِ رُبوبیت کی ایک جھلک

اس موقع پر ان چار دلائلِ ربوبیت پر ایک نظر ڈالی جاتی ہے جو ربوبیت (باری تعالیٰ کی کارسازی و کارپردازی) کے اسرار و عجائب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان کے ملاحظے سے کفر و الحاد کے شیش محل چکنا چور ہو جاتے ہیں۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ
لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ
وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ كُلٌّ قَدْ
عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ
وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ
وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ
الْأَرْضِ وَإِلَى اللّٰهِ الْمَصِيرُ
أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يُزْجِي
سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ ثُمَّ
يَجْعَلُهُ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ
يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهِ وَ
يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ
جِبَالٍ فِيهَا مِنْ بَرَدٍ
فَيُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَآءُ وَ
يَصْرِفُهُ عَنْ مَّنْ يَشَآءُ
يَكَادُ سَنَا بَرْقِهِ يَذْهَبُ
بِالْأَبْصَارِ يُقَلِّبُ اللّٰهُ
الَّيْلَ وَالنَّهَارَ، إِنَّ فِي
ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي
الْأَبْصَارِ وَاللّٰهُ خَلَقَ

اے مخاطب کیا تجھے علم نہیں ہے کہ
زمین و آسمانوں میں جو کوئی بھی ہے سب
اللہ کی تسبیح کر رہا ہے؟ اور پرندے بھی
پر پھیلائے ہوئے (اس کی تسبیح میں مشغول
ہیں) ہر ایک اپنی صلوٰۃ اور تسبیح سے
خوب واقف ہے اور وہ جو کچھ کر رہے
ہیں اللہ اُس کو بخوبی جانتا ہے۔ زمین اور
آسمانوں کی ملکیت اللہ ہی کی ہے اور اسی
کی طرف (سب کو) لوٹنا ہے۔ کیا تو نے
مشاہدہ نہیں کیا کہ اللہ بادل کو چلاتا ہے،
پھر اُسے ملاتا ہے پھر اُسے تہ بتہ (نیچے
اوپر) کر دیتا ہے؟ پھر تو دیکھتا ہے کہ بارش
اُس (بادل) کے درمیان سے نکل رہی
ہے اور آسمان میں جو بادل پہاڑوں (کی
طرح ہوتے ہیں) اُن میں سے اولے
برساتا ہے، پھر ان اولوں کو (اپنے بندوں
میں سے) جس پر چاہتا ہے گراتا ہے اور
جس سے چاہتا ہے اسے باز رکھتا ہے۔ قریب
ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھوں (کی
روشنی) کو فنا کر دے۔ اللہ دن اور

كُلَّ دَآبَّةٍ مِنْ مَّآءٍ	رات کی الٹ پلٹ کرتا رہتا ہے۔ اس
فَمِنْهُمْ مَنْ يَّمْشِيْ	مظہر (ربوبیت) میں آنکھوں والوں کے
عَلٰى بَطْنِهٖ ، وَمِنْهُمْ	لیے یقیناً ایک (بہت بڑی) عبرت
مَنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ	موجود ہے اور اللہ ہی نے ہر جاندار کو
وَمِنْهُمْ مَنْ يَّمْشِيْ عَلٰى	ایک (خاص) پانی سے پیدا کیا ہے، تو
اَرْبَعٍ ، يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا	ان میں سے کوئی اپنے پیٹ کے بل چلتا
يَشَآءُ ، اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى	ہے، کوئی دو پیروں پر چلتا ہے، کوئی چار
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ	پیروں پر چلتا ہے۔ اللہ جو چاہے پیدا
	کرتا ہے (یعنی بہت سے پیروں پر چلنے
(نور : ۴۱-۴۵)	والے کو بھی) اللہ یقیناً ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے

چنانچہ ان مظاہر میں اس قدر عجیب و غریب اسباق و بصائر یا دلائل ربوبیت موجود ہیں، جو حدِ شمار سے بھی باہر ہیں اور ان دلائل و براہین کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و خلاّقیت کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ مگر ان سب دلائل پر تفصیلی بحث کے لیے ایک مستقل تصنیف درکار ہے۔ لیکن پھر بھی اس موقع پر بطورِ اشارہ ان دلائل کی نوعیت پر کچھ روشنی ڈالی جاتی ہے۔

۱۔ پہلی آیت میں یوں تو کئی حقائق مذکور ہیں، مگر مجموعی اعتبار سے اس مرقع پر اس کائنات کی وحدت ثابت کرنا مقصود ہے کہ اس کائنات کے تمام مظاہر اپنے باہمی اختلاف کے باوجود ایک زبردست نظام کے تحت کام کر رہے ہیں، جو نہ صرف وجودِ باری بلکہ اُس کی وحدانیت کا بھی ثبوت ہے۔ ورنہ یہ کائنات برقرار نہیں رہ سکتی تھی۔ چنانچہ اس کی مزید وضاحت دوسری آیت (زمین اور آسمانوں کی بادشاہت اللہ ہی کے لیے ہے) میں کی گئی ہے۔

۲۔ تیسری آیت میں بادل، بارش اور اولوں کے عجیب و غریب مظاہر کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے یہ حقیقت بیان کی جا رہی ہے کہ "رزق رسانی" کی کنجیاں باری تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ چنانچہ وہ زمین کے جس خطے پر چاہتا ہے بارش برساتا اور اولے گراتا ہے اور جس خطے کو چاہے ان سے محروم رکھتا ہے۔

۳۔ چوتھی آیت (دن رات کے ہیر پھیر) میں دراصل اس کائنات کی تنظیم اور اس کے نظم و نسق کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے کہ اگر باری تعالیٰ کا وجود نہ ہوتا اور یہ کائنات بغیر کسی خالق کے الل ٹپ وجود میں آئی ہوتی تو پھر دن رات کی آمد و رفت کا یہ نفیس اور بے داغ نظام کبھی برقرار نہ رہ سکتا تھا۔ چنانچہ سال کے بارہ مہینوں میں دن رات کا جو تفاوت ہوتا ہے وہ ایک اعلیٰ درجے کا نظام ہے اور وہ زمین کی "گردش" کی بدولت ہے۔ چنانچہ ہر سال جاڑا اپنے وقت پر آتا ہے اور گرمی اپنے وقت پر آتی ہے اور اس میں کسی بھی سال کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین انتہائی منظم طریقے سے گردش کر رہی ہے اور اس کی باگ ڈور خالقِ ارض و سما کے ہاتھ میں ہے۔

۴۔ اور آخری آیت میں حیوانی دنیا سے متعلق ایک حیرت انگیز علمی حقیقت یہ بیان کی گئی ہے کہ روئے زمین پر جتنے بھی حیوانات پائے جاتے ہیں وہ سب کے سب ایک "خاص پانی" سے پیدا کیے گئے ہیں۔ کیونکہ اس موقع پر لفظ 'مآءٍ' 'نکرہ' لایا گیا ہے، لہٰذا اس میں ایک تخصیص پیدا ہو گئی ہے۔ اس علمی حقیقت کا انکشاف آج جدید سائنس نے "پروٹوپلازم" کے طور پر کیا ہے، جو تمام حیوانات میں بلا استثناء پایا جاتا ہے اور وہ پانی سے مرکب ہے۔ اس لحاظ سے اس ربانی اصول کی تصدیق و تائید جدید سائنس کر رہی ہے اور قرآن حکیم کے کلام الٰہی ہونے کا ایک "سائنسی ثبوت" پیش کر رہی ہے۔

۵۔ یہ آیتِ کریمہ باریٔ تعالیٰ کی زبردست قدرت و خلّاقیت کی بھی ایک دلیل ہے کہ دنیا بھر کے لاکھوں حیوانات کا بنیادی نظام مشترک ہے، جو اس توحید کا بھی ایک ثبوت ہے۔

۶۔ اس آیتِ کریمہ میں نظریۂ ارتقاء کا بھی ردّ و ابطال موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انواعِ حیات (جملہ جانداروں کو بشمول نباتات) اپنی زبردست قدرت و خلّاقیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے وجود بخشا ہے۔ اسی لیے اس موقع پر صراحت کے ساتھ فرمایا ہے کہ "اللہ ہی نے ہر جاندار کو پیدا کیا ہے" چنانچہ علمی و عقلی اعتبار سے ان انواعِ حیات میں صورت شکل، رنگ روپ، ڈیل ڈول اور طبائع کے اعتبار سے اس قدر شدید اختلافات موجود ہیں کہ ان سب کی

تشریح وتوجیہ نظریۂ ارتقاء کی رو سے کسی بھی طرح ہو ہی نہیں سکتی۔ بلکہ یہ ایک گمراہ کن نظریہ ہے جو خدا کا انکار کرنے کی غرض سے ایجاد کیا گیا ہے اور خود سائنسی حقائق اس ملحدانہ نظریہ کا انکار کرتے ہیں[۱]

فطرت وشریعت کا ایک حسین گلدستہ

واقعہ یہ ہے کہ سورۂ نور ایک خصوصی اہمیت کی حامل اور بالکل منفرد سورت ہے، جس کا موضوع "آیاتِ الٰہی" قرار دیا جا سکتا ہے اور یہ شرعی وتکوینی دونوں ہی حیثیتوں سے نہایت درجہ اہم ہے اور اس اعتبار سے اسے فطرت وشریعت کا ایک حسین گلدستہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس میں جس طرح ان شرعی مسائل کا تذکرہ ہے جو اسلام کے معاشرتی وعائلی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں، اسی طرح اس میں ان دلائلِ ربوبیت کا بیان بھی پوری وضاحت کے ساتھ موجود ہے، جن کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں سب سے بڑی علمی حقیقت جو ملحوظ رہنی چاہیے وہ یہ ہے کہ اس سورت میں لفظ "آیات" سات جگہوں پر مذکور ہے، جن میں سے تین مقامات وہ ہیں جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں۔ اب رہے بقیہ چار مقامات تو وہ شرعی احکام ومسائل کے بارے میں وارد ہوئے ہیں۔ کیونکہ لفظ آیات کا اطلاق شرعی احکام ومسائل پر بھی ہوتا ہے، جس طرح کہ اس کا اطلاق علمی وعقلی دلائل اور معجزات پر بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ سورت کے شروع میں بعض معاشرتی مسائل اور خصوصاً واقعۂ "افک" کا بیان کرنے کے بعد مسلمانوں کی نصیحت کے طور پر ارشاد ہوتا ہے:

وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ	اور اللہ تمہارے لیے (اپنے) احکام
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ	وضاحت کے ساتھ بیان کرتا ہے اور
(نور: ۱۸)	اللہ علم والا اور حکمت والا ہے۔

پھر اس کے بعد بالکل وسط سورت میں وہ تکوینی احکام ومسائل ہیں، جن کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔ پھر اس کے بعد اگلی آیات میں تین مقامات پر شرعی احکام ومسائل کے ضمن میں وقفہ وقفہ سے اور اسلوب بدل بدل کر یہی بات دہرائی گئی ہے، جو یہ ہیں:

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ، وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (نور: ۵۸)	اسی طرح اللہ تمہارے لیے احکام واضح کرتا ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ، وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (نور: ۵۹)	اللہ اسی طرح تمہارے لیے اپنے احکام کی وضاحت کرتا ہے اور اللہ (سب کچھ) جاننے والا اور دانش مند ہے۔
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (نور: ۶۱)	اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنے احکام کی وضاحت کرتا ہے، تاکہ تم سمجھ سے کام لے سکو۔

اس آیت کریمہ سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ اہل اسلام کو خالص شرعی احکام و مسائل کی عقلی علتوں اور اُن کی حکمتوں پر بھی نظر رکھنی چاہیے۔ کیونکہ اسلامی احکام میں ایسی کوئی چیز موجود نہیں ہے جو خلافِ عقل ہو۔ لیکن دیکھئے شرعی و تکوینی احکام و مسائل کے درمیان کتنا فرق ہے، نہ صرف الفاظ کے لحاظ سے، بلکہ اُن کے اسلوب کے لحاظ سے بھی۔ چنانچہ تکوینی احکام و مسائل کے لیے "آیات مبینات" کہا گیا جب کہ شرعی مسائل کے لیے "آیات" یا "آیاتہ" کے الفاظ لائے گئے ہیں اور دیگر مواقع پر مختلف پیرایوں میں عالمِ مظاہر میں غور و خوض کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اس لحاظ سے سورت کے شروع میں جو "تذکّر" کا لفظ لایا گیا ہے وہ خاص تکوینی آیات پر زیادہ منطبق ہوتا نظر آتا ہے، جو نظامِ فطرت سے متعلق ہیں۔

کائنات باری تعالیٰ کی صفت تکوین کا مظہر

یہ سورت شرعی و تکوینی (علم مظاہر سے متعلق) احکام و مسائل پر مشتمل ایک عجیب و غریب سورت ہے، جو اہلِ اسلام کو متنبہ کرتی ہے۔ اس میں یہ سبق موجود ہے کہ مسلمان شرعی مسائل ہی میں منہمک رہ کر تکوینی احکام و مسائل کو فراموش نہ کر دیں۔ بلکہ ان دونوں میں مہارت حاصل کر کے دینِ الٰہی کے تقاضوں کے مطابق میدانِ خلافت میں پیش قدمی کریں۔ مگر حیرت کا مقام ہے کہ انھوں نے نہ صرف

ان صاف وصریح "ہدایتوں" کو نظر انداز کر دیا بلکہ تکوینی علوم ومعارف کا تعلق "کتابِ ہدایت" سے ماننے تک سے بھی انکار کر دیا۔ گویا کہ یہ علوم ومعارف "نجس و ناپاک" ہیں۔ چنانچہ اہلِ اسلام کے موجودہ منفی رویے کو دیکھتے ہوئے یہی نتیجہ اخذ کرنا پڑتا ہے۔ حالانکہ باری تعالیٰ نے نہایت درجہ اہتمام کے ساتھ ان علوم ومعارف کا تذکرہ کیا ہے۔ کیونکہ یہ معارف اس کی قدرت وخلاّقیت اور اس کی ربوبیت و رحمانیت پر دلالت کرنے والے ہیں اور امام ابوحنیفہ کی تصریح کے مطابق یہ کائنات باری تعالیٰ کی صفت "تکوین" کی مظہر ہے۔ (دیکھئے شرح فقہ اکبر) اور تکوین کا مطلب ہے "خلق وایجاد" اور اس سے باری تعالیٰ کی ربوبیت کا اظہار مقصود ہے اور اس کے نتیجے میں اس کی دیگر صفات بھی ظاہر ہوتی ہیں اور یہ علم دینی ودنیوی دونوں حیثیتوں سے نہایت درجہ اہم ہے، جس کا انکار کر کے آج مسلمان خلافتِ ارض کے میدان میں کافی سزا بھگت چکے ہیں۔

اہل اسلام کا فرض تھا کہ وہ سورۂ نور کی رہنمائی میں اس سورت کو ایک بنیادی خاکہ مان کر کتابِ ہدایت کی دیگر آیات کا مطالعہ کرتے، جس کے نتیجے میں اُن پر خدائی "ہدایتوں" یا خدائی اسباق وبصائر کی بارش ہونے لگتی اور وہ کسی بھی علمی حقیقت وصداقت کا انکار کرنے کی جرات نہ کرتے۔ کیونکہ باری تعالےٰ نے اپنی کتابِ ہدایت کو نہایت درجہ آسان اور غیر پیچیدہ کلام کے روپ میں پیش کیا ہے، جس میں عقلی یا فلسفیانہ قسم کی "مشکل پسندی" نہیں ہے چنانچہ کتابِ الٰہی کی ان خصوصیات کا تذکرہ متعدد اسالیب میں جگہ جگہ کیا گیا ہے۔

وہ علم جو شریعت کا محافظ ہے

غرض سورۂ نور میں "تذکّر" کا جو لفظ لایا گیا ہے وہ متنبہ ہونے یا کسی علمی حقیقت کے منکشف ہونے کے باعث "چونکنے" کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب قرآنی حقائق اور تکوینی یا سائنسی حقائق کا تقابل کیا جائے تو مظاہرِ فطرت میں موجود حقائق کھل کر سامنے آجاتے ہیں، جو نوعِ انسانی کو چونکانے اور انھیں کتابِ ہدایت کا "کمال" ظاہر کرنے والے ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں

بطورِ نمونہ چند آیات ملاحظہ ہوں۔

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ، حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنَاهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ ، كَذَٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۔ (اعراف: ۵۷)

وہی ہے (تمہارا رب) جو ہواؤں کو اپنی رحمت (بارش) سے پہلے خوشخبری کے طور پر بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ (ہوائیں) بھاری بادلوں کو اٹھا لیتی ہیں تو ہم اُسے کسی خشک خطے کی طرف ہانک دیتے ہیں اور اُس بادل کے ذریعہ پانی برساتے ہیں اور پھر اُس پانی کے ذریعہ ہر قسم کے میوے اگاتے ہیں۔ اسی طرح ہم مُردوں کو بھی (پھر سے) نکالتے ہیں۔ (اور یہ مظہرِ ربوبیت اس بنا پر ہے) تاکہ تم چونک سکو۔

اس لحاظ سے نباتات حیاتِ ثانی کا بھی سائنٹفک ثبوت پیش کر رہے ہیں[۲]۔

وَمِن كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ إِنِّي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۔ (ذاریات: ۴۹ - ۵۰)

اور ہم نے ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا ہے، تاکہ تم متنبہ ہو سکو۔ لہٰذا تم (اس مظہرِ ربوبیت کے مشاہدے کے باعث) اللہ کی طرف دوڑو، میں تو صرف اُس کی طرف سے تم کو کھلے طور پر ڈرانے والا ہوں۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ (واقعہ: ۶۲)

تم (اپنی) تخلیقِ اول (کا حال) اچھی طرح جان چکے ہو، تو تم کو تنبہ کیوں نہیں حاصل ہوتا (کہ تخلیقِ ثانی بھی اسی طرح واقع ہو سکتی ہے؟)[۳]

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ أَرَادَ أَن يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا (فرقان: ۶۲)

وہی ہے (تمہارا رب) جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا، اس شخص کے لیے جو خبردار ہونا اور شکر گزار بننا چاہے۔

وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ

اور جو کچھ اُس نے زمین میں تمہارے لیے پھیلا رکھا ہے اس کی رنگتیں مختلف ہیں۔ اس منظر (ربوبیت) میں نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے ایک خاص نشانی موجود ہے۔ (نحل: ۱۳)

اس لحاظ سے مظاہرِ فطرت میں انواع و اقسام کے دلائلِ ربوبیت موجود ہیں، جو ان میں غور و خوض کے نتیجہ میں خدائی اسباق و بصائر کی شکل میں ظہور پذیر ہو کر نوعِ انسانی کو متنبہ کرنے کا باعث ہوتے ہیں۔ کیونکہ باری تعالیٰ نے یہ کائنات کھیل کود میں پیدا نہیں کی، بلکہ اُسے نہایت درجہ قوانین کے تحت اور پوری منصوبہ بندی کے ساتھ وجود عطا کیا ہے۔ اسی لیے باری تعالیٰ نے نظامِ کائنات میں غور و خوض اور تحقیق و تفتیش کی دعوت دی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ دلائلِ ربوبیت انسانی کوششوں سے اور انسانی علوم و فنون ہی کے ذریعہ سامنے آ سکتے ہیں، جب کہ ان علوم کے حقائق و معارف کا تقابل کتابِ الٰہی میں موجود حقائق و معارف سے کیا جائے[۶] اسی لیے نظامِ کائنات کے ساتھ ساتھ کتابِ الٰہی میں بھی تفکر و تدبّر کرنے پر ابھارا گیا ہے۔

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ

یہ ایک بابرکت کتاب ہے جو ہم نے آپ کے پاس بھیجی ہے، تاکہ وہ لوگ اس کی آیات میں تدبر کریں اور پختہ عقل والے (اس کے انوکھے مضامین پر) چونک سکیں۔ (ص: ۲۹)

حاصل یہ کہ کتابِ الٰہی کو مختلف قسم کے "تذکروں" سے پوری طرح لیس کر دیا گیا ہے، جو نظامِ کائنات سے متعلق ہیں۔ اسی بنا پر اسے بعض مقامات پر "کتابِ تذکرہ" بھی کہا گیا ہے اور اس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ان کے ذریعہ گمراہ لوگوں کو آگاہ اور متنبہ کیا جائے تاکہ وہ قرآنِ عظیم کو کوئی فرسودہ یا پرانے دور کی یادگار چیز تصور کرتے ہوئے اسے نظرانداز نہ کریں۔ کیونکہ وہ ہر دور کے علوم و فنون اور عصری مسائل و مباحث کے ساتھ چلنے والی ایک بے نظیر کتاب ہے۔ کیونکہ اس کا نازل

کرنے والا ہر دور کے علوم و مسائل سے بخوبی واقف ہے۔ اسی لیے اس نے اسے ہر دور کے تقاضوں کے مطابق مختلف قسم کے "علمی ہتھیاروں" سے لیس کر دیا ہے، تاکہ دینِ الٰہی ہمیشہ تر و تازہ رہے اور وہ کبھی مغلوب نہ ہو۔ کیونکہ دینِ الٰہی اگر مغلوب یا دلیل و استدلال کے میدان میں فیل ہو جائے تو پھر اس کے نتیجے میں کفر و شرک، الحاد و لادینیت اور باطل فلسفوں اور طاغوتی طاقتوں کو غلبہ حاصل ہو جائے گا اور وہ دینِ الٰہی کا قافیہ تنگ کر دیں گے۔ اسی لیے ارشادِ باری ہے

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ	اور اگر (دینِ) حق ان کی خواہشات
لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ	کی پیروی کرنے لگ جاتا تو زمین اور
وَمَنْ فِيْهِنَّ	آسمانوں اور ان میں جو کوئی ہے، سب
(مومنون: ۷۱)	(کا نظام) درہم برہم ہو جاتا۔

غرض باری تعالیٰ عصری ذہنیت کے توڑ کے لیے ہر دور میں اپنی ربوبیت کے کرشمے دکھاتا رہتا ہے۔ اسی لیے ہر دور میں دینِ الٰہی کی تجدید ضروری ہے، تاکہ وہ دلیل و حجت کے میدان میں باطل فلسفوں اور باطل نظریات پر ہمیشہ غالب رہے، اسی لیے فرمایا گیا ہے۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ	وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو
اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ	اپنے منہ سے بجھا دیں، مگر اللہ اپنی روشنی
اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ	مکمل کیے بغیر نہیں رہے گا، اگرچہ منکرین
الْكٰفِرُوْنَ (توبہ: ۳۲)	کو یہ بات ناپسند ہی کیوں نہ ہو۔

اس لحاظ سے علمِ تکوین یعنی علمِ مظاہر یا علم الاشیاء کوئی معمولی علم نہیں ہے، بلکہ یہ وہی علم الاسماء ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کو پہلے ہی دن عطا کر دیا گیا تھا۔ (بقرہ: ۳۱) اور پھر ایک انوکھے طریقے سے فرشتوں کے ساتھ مباحثہ کر کے اس کی اہمیت بھی ثابت کر دی تھی۔ تاکہ اہلِ اسلام میدانِ خلافت میں اسے کسی بھی طرح نظر انداز نہ کریں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہی وہ علم ہے جو اسلامی شریعت کا "باڈی گارڈ" بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ اسلامی شریعت کا دفاعی شعبہ ہے، جو دینی و دنیوی دونوں حیثیتوں سے مسلمانوں کا سر بلند کر سکتا ہے۔ یعنی مسلمان اس علم میں فائق ہو کر نہ صرف اسلام

اور اسلامی شریعت کو دلیل واستدلال کے میدان میں غالب کر سکتے ہیں، بلکہ وہ گمراہ قوموں کی اصلاح بھی کر سکتے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ علم ملتِ اسلامیہ کی نشأۃ ثانیہ اور خلافتِ ارض کی بازیافت میں نہایت درجہ اہم رول ادا کر سکتا ہے۔ اسی لیے فرمانِ الٰہی ہے :

هُوَ الَّذِيٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُ	وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت
بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ	اور دینِ حق دے کر بھیجا ہے، تاکہ وہ اُسے
عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ	تمام ادیان پر غالب کر دے، اگرچہ مشرکین
الْمُشْرِكُوْنَ (توبہ: ۳۳)	اسے ناپسند ہی کیوں نہ کریں۔

اسی بنا پر اس علم کو باری تعالیٰ نے اپنی کتابِ ابدی میں بڑے اہتمام کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس کے مختلف پہلوؤں کو خوب وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے، جس میں کہیں بھی کوئی اشکال یا شک وشبہ کی گنجائش نہیں چھوڑی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر مسلمان اس سے بے تعلق ہیں تو اس سے بڑا المیہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جو قوم فطرت وشریعت میں تفریق کرے گی وہ خوفناک اور سنگین قسم کے نتائج سے دوچار ہوگی اور اس کے نتیجے میں معاشرے میں فکری اعتبار سے انتشار پیدا ہوگا۔ کیونکہ فطرت وشریعت یا علم وعقیدے میں تطبیق ہمیشہ ضروری ہوتی ہے، ورنہ اس کے نتیجے میں روحانیت مغلوب اور مادیت غالب آجائے گی، جیسا کہ آج اہلِ اسلام اور اہلِ مغرب کا حال ہے اور مادیت کے اس غلبے کی بنا پر خود مسلم معاشرہ بھی اسلام جیسے دینِ ابدی کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھنے لگا ہے۔

سائنس اور مادیت میں فرق

اس سلسلے میں دیندار طبقے کی ایک اور غلط فہمی یہ ہے کہ وہ تکوینی یا سائنسی علوم کو "مادیت" کے مترادف تصور کرتے ہوئے ان سے چھوت چھات برت رہے ہیں۔ حالانکہ سائنس کے جو "خالص" نظریات وتحقیقات ہیں اُن میں مادیت کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ یعنی وہ تجرباتی ومشاہداتی حقائق جو "قوانینِ ربوبیت" کا درجہ حاصل کر چکے ہوں ان میں مادیت کی کوئی چھاپ نہیں ہے، بلکہ ان قوانین کی تشریح وتوجیہ مادہ پرست

خدا کا نام لیے بغیر جس انداز میں کرتے ہیں وہ ضرور قابلِ اعتراض ہے۔ اس اعتبار سے سائنسی حقائق و اکتشافات اور مادہ پرستی دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ لہٰذا ان دونوں کو خلط ملط نہیں کرنا چاہیے۔ سائنس جن چیزوں کا مطالعہ کرتی ہے وہ مظاہرِ ربوبیت ہیں، یعنی باری تعالیٰ کی پیدا کردہ چیزیں۔ اس لحاظ سے سائنسی علوم کے ذریعہ اس کائنات کا جو منظم مطالعہ کیا جا رہا ہے وہ اسلامی نقطۂ نظر سے دراصل "مطالعۂ ربوبیت" ہے، خواہ اس بارے میں مادہ پرستوں کے جو بھی نظریات اور جو بھی مقاصد ہوں۔ اسی بنا پر آج خود مادہ پرستوں کے ہاتھوں انجانے پن میں وہ تمام حقائق ظہور پذیر ہو رہے ہیں، جن کو باری تعالیٰ اپنے ازلی منصوبے کے طور پر ثابت کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا ان علوم سے ہمیں کسی بھی قسم کے اندیشے میں مبتلا ہونے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے اور پھر ہمارے پاس قرآنِ عظیم جیسا ابدی و سرمدی صحیفہ موجود ہے جو اس سلسلے میں ہماری پوری پوری مدد اور رہنمائی کرنے کے لیے تیار ہے۔ اسی وجہ سے اسے مختلف قسم کے دلائل و براہین سے مزین کر کے نہ صرف قرآن کو "فرقان" کہا گیا ہے، بلکہ خود اپنے دلائل ربوبیت کو بھی فرقان کے نام سے موسوم کیا گیا ہے یعنی یہ ایسے دلائل ہیں جو حق و باطل میں فرق و امتیاز کرنے والے ہیں، جیسا کہ ارشاد ہے:

وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی	(یہ قرآن) ہدایت اور حق و باطل
وَالْفُرْقَانِ (بقرہ: ۱۸۵)	میں فرق کرنے والے دلائل پر مشتمل ہے۔
تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ	بڑا ہی بابرکت ہے وہ جس نے اپنے
عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ	بندے پر فرقان (کسوٹی) نازل کی تاکہ
نَذِیْرًا۔ (فرقان: ۱)	وہ سارے جہاں کو خبردار کر سکے۔

قرآنِ عظیم ایسے ابدی اور لازوال حقائق پر مشتمل ہے کہ اگر اسے پہاڑ پر بھی نازل کر دیا جاتا تو وہ اس کی ہیبت سے پھٹ کر پاش پاش ہو جاتا۔

لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ	اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے
عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا	تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے
مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰہِ (حشر: ۲۱)	جھک جاتا اور پھٹ پڑتا۔

قرآن آخری دلیل وحجت

خلاصۂ کلام یہ کہ آج تکوینی یا سائنسی وتجرباتی علوم کی بے انتہا اہمیت ہوگئی ہے، نہ صرف دلیل واستدلال کے نقطۂ نظر سے بلکہ خود مادی وسیاسی اعتبار سے بھی۔ ان علوم میں برتری حاصل کرنے کے بعد ہی مسلمان ان دونوں حیثیتوں سے اپنی سربلندی کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرسکتے ہیں اور یہ باری تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ وہ اس میدان کو سر کئے بغیر نہ دینِ الٰہی کو غالب کرسکتے ہیں اور نہ عالمِ انسانی پر حجت پوری کرسکتے ہیں۔ یہ علوم ایک دو دھاری تلوار کی طرح ہیں جو علمی ومادی دونوں پہلوؤں کے حامل ہیں۔ لہٰذا جو قوم آج ان علوم سے کنارہ کشی اختیار کرلے گی وہ دنیا کے اسٹیج سے ہٹادی جائے گی۔ یہ دیوار کا لکھا ہے، جسے اگر مسلمانوں نے نظرانداز کردیا تو پھر خدانخواستہ ان کا نام ونشان تک باقی نہیں رہے گا۔

غرض قرآنِ عظیم ایک واضح اور غیر پیچیدہ کلام ہے، جس میں ہر مسئلے اور قضیے کا حل موجود ہے۔ وہ ہر قسم کے اختلافی مسائل میں فیصلہ کرنے اور صحیح راہِ ہدایت واضح کرنے والی ایک عجیب وغریب کتاب ہے۔ لیکن اگر اس کے باوجود خود حاملینِ قرآن ہی اس سے ہدایت حاصل کرنا اور اختلافی مسائل میں اس سے رجوع کرنا ترک کردیں تو پھر اس میں قصور کس کا ہے؟ کیا کوئی دوسری کتاب نازل ہونے والی ہے جس کے انتظار میں وہ چشم براہ ہیں؟

فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ اللّٰہِ وَاٰیٰتِہٖ یُؤْمِنُوْنَ (جاثیہ: ۶)	تو وہ اللہ اور اس کی آیات کے بعد آخر کس چیز پر ایمان لائیں گے؟
اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا (محمد: ۶)	تو کیا یہ لوگ قرآن میں تدبّر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے چڑھے ہوئے ہیں؟
وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا (فرقان: ۳۰)	اور رسول کہے گا کہ اے رب میری قوم نے اس قرآن کو (پوری طرح) نظرانداز کردیا تھا۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ (قمر:)	اور ہم نے اس قرآن کو سبق آوری کے لیے آسان کر دیا ہے، تو ہے کوئی سبق حاصل کرنے والا؟
وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا (بنی اسرائیل: ۸۲)	اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں جو اہل ایمان کے لیے شفا اور رحمت کا باعث ہیں، مگر اس سے ظالموں کے نقصان ہی میں اضافہ ہوتا ہے۔
إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا (بنی اسرائیل: ۹)	یہ قرآن اُس راستے کی طرف لے جاتا ہے جو بالکل سیدھا ہے اور وہ اُن اہلِ ایمان کو خوشخبری سناتا ہے جو درست کام کرتے ہیں کہ ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔
وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ (نحل: ۸۹)	اور ہم نے آپ پر وہ کتاب اتار دی ہے جو ہر چیز (یا ہر مسئلے) کی خوب وضاحت کرتی ہے اور (اسی بنا پر) وہ اہلِ اسلام کے لیے ہدایت اور خوشخبری ہے۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا (احزاب: ۷۰)	اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور (لوگوں سے) درست بات کہو۔

۔ حواشی ۔

۱ے واضح رہے کہ قرآن میں اکثر مواقع پر اس تصدیق سے مراد سابقہ صحفِ سماوی ہیں، مگر اس کے لیے ایک دوسرا اسلوب "مصدقاً لما بین یدیہ" کالایا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہاں پر اس سے مراد نظامِ کائنات کے حقائق بھی ہو سکتے ہیں۔ اس موضوع پر ہم نے اپنے ایک مضمون "قرآن اور کائنات میں مطابقت" میں تفصیلی بحث کی ہے۔

۲ے چنانچہ اس موضوع پر راقم سطور کی ایک تحقیقی کتاب "تخلیقِ آدم اور نظریۂ ارتقاء" کے نام سے منظرِ عام پر آگئی ہے اور ایک دوسری کتاب "قرآنِ عظیم اور نظریۂ ارتقاء" کے نام سے زیرِ تصنیف ہے۔

۳ے اس موضوع پر تفصیل کے لیے ہماری کتاب "قرآن حکیم اور علم نباتات" دیکھنی چاہیے۔

۴ے اس آیتِ کریمہ پر تفصیلی بحث ہم نے اپنی بعض کتابوں میں کی ہے۔